© rasailojaraid.com

آئین ساز اسمبلی میں حضرت شیخ الحدیث

مولانا عبدالحقؒ کی مساعی

اگر سوشلزم کے ساتھ "اسلامی" کا لفظ لگانے کی اصطلاح چل نکلی تو اسلامی شراب، اسلامی جوا، اسلامی زنا، کے الفاظ بھی رواج پا لیں گے

آئین کی دفعہ ۲ میں شیخ رشید نائب قائد ایوان کی ترمیم سامنے آئی۔ کھٹکا تو پہلی خواندگی کے دوران ان کی اس تقریر سے ہوگیا تھا جس میں انہوں نے قیام پاکستان کو معاشی عوامل پر مبنی قرار دے دیا تھا۔ آج ان کی ترمیم یہ تھی کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہوگی۔ استحصال کے خاتمے کے لیے ہر شہری سے اس کی اہلیت کے مطابق معاوضہ ہوگا۔ تحریک سامنے آ گئی۔ اسلامی درد رکھنے والوں کے دل ڈوب گئے کہ ادھر مذہب کو سرکاری مملکت بنانے کی دفعہ اور اب مسجد کے زیرِ سایہ خرافات کی یہ المناک مثال۔ مخالفت میں زور شور سے تقریریں ہوئیں کہ یہ ترمیم تو دیباچہ اور تمہید کی نفی ہے۔ پھر سوشلزم کی تعریف اور مفہوم پر کب کسی کا اتفاق ہو سکا ہے۔ ایسی مبہم چیز کو آئین میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے کہا کہ کیا اسلام ایک مکمل نظامِ حیات نہیں؟ مولانا عبدالحقؒ نے اپنی تقریر میں کہا کہ نفاق کا یہ راستہ دنیا میں ہمیں رسوا کر دے گا۔ یہ ترمیم حلفِ وفاداری سے غداری ہے اور خود دفعہ ۲ کالعدم کر دیتی ہے۔ اسلام صرف عبادات کا نام نہیں مکمل عادلانہ نظامِ حیات ہے۔ نہ سوشلزم نہ سرمایہ داری نہ کمیونزم۔ انہوں نے ان ازموں کے بغیر اسلامی دورِ عروج کی خوشحالی کا ذکر کیا۔ اکثریت کی تلوار سر پر لٹکتی دیکھ کر حزب اختلاف نے حکمت عملی کا مظاہرہ کیا اور اس ترمیم کی جگہ کچھ ترمیمیں ایسی پیش کیں کہ کسی طرح سوشلزم کو اپنے کافرانہ فلسفہ سے الگ کرا دیا جائے۔ سوشل جسٹس، اسلامی مساوات، اسلامی سوشلزم اور مساواتِ محمدی کے الفاظ پیش کیے گئے۔ زوردار تقریریں ہوئیں، علماء حق نے اس کی بھی مخالفت کی۔

مولانا عبدالحقؒ نے کہا کہ سوشلزم کے ساتھ اسلامی لفظ لگانا اور آئین میں اسے جگہ دینا ایسا ہے کہ کنوئیں میں ایک قطرہ پیشاب سارا پانی ناپاک کر دے اور اگر یہ اصطلاح چل نکلی تو آگے اسلامی شراب، اسلامی جوا، اسلامی زنا بھی رواج پا سکے گا۔

پی پی پی کی خاتون رکن نسیم جہاں بھی ایسے موقع پر بعض اسلامی ممالک کا ذکر کرنے لگتی ہیں اور وہاں کے علماء سے یہاں کے علماء کا موازنہ کیا کہ وہ بھی علماء ہیں مگر وسیع الظرف اور یہاں کے اہل علم تنگ نظر ہیں۔ اس کے جواب میں کہا جاتا کہ اصل آئیڈیل قرآن و سنت ہے نہ کہ دیگر ممالک۔ مگر نقار خانے میں طوطے کی صدا کون سنتا ہے۔ بہرحال بحث کے دوران مولانا کوثر نیازی صاحب کی ایک ترمیم در ترمیم سامنے آ گئی کہ معیشت کی بنیاد اسلامی سوشلزم پر ہوگی، جو مساواتِ محمدی کا آئینہ دار ہوگا۔ حزب اقتدار کو تو اسلام اور سوشلزم دونوں کو خوش کرکے ممدوح الطرفین بننا ہی تھا۔ وہ اگر چاہتے تو اس ترمیم کے بغیر بھی شیخ رشید کی ترمیم منظور کر سکتے تھے مگر یہ بھی غنیمت ہے کہ اس وقت شیخ رشید کی خالص سوشلزم پر مبنی ترمیم اس ترمیم کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بغیر منظور نہ ہو سکی مگر آئین کی اسلامی حیثیت کو بہرحال مشکوک اور مجروح بنا دیا گیا۔ اس ترمیم پر بحث اور حزبِ اقتدار کی تقاریر سے "اسلامی آئین سازی" کے بارہ میں سرکاری پارٹی کا طرزِ عمل اور اندازِ فکر اور بھی نمایاں ہو کر سامنے آنے لگا[1] اگلی تمام دفعات پر بھی بے شمار ترامیم سامنے آتی رہیں اور اکثریت کی ایک ہی ضرب سے امت مسلمہ کی امیدوں، جمہوریت پسند عوام کے ولولوں اور تاریخ کی بے مثال قربانیوں کا خون کر کے خاک میں ملا دی جاتیں۔

ہزاروں ترمیمات اپنی معقولیت کا لوہا منوانے کے باوجود مسترد ہو چکی ہیں سوائے دو چار لفظی ترامیم کے جن کا تعلق زبان کی اصلاح تک محدود رہا۔ ایسی اصلاح بھی صرف پی پی پی کی قبول کی گئی۔

حزبِ اقتدار ان ترمیمات کو آئین سازی کی راہ میں رکاوٹ سے تعبیر کرتی ہے مگر فیصلہ تاریخ کے ہاتھ میں ہے۔ اس فیصلہ کو ہم مسودہ اور ترامیم کا موازنہ کر کے آج بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ تاریخ پوچھے گی کہ حزب اقتدار اگر متعصب اور غیر مخلص تھی تو آزاد ارکان کی ترامیم کا کیا حشر ہوا۔ اسے بھی چھوڑ کر پی پی پی کے چند باضمیر افراد نے جمہوریت، اسلامی تہذیب اور معاشرہ کے قیام پر مبنی ترامیم پیش کیں، ان کا کیا حشر ہوا اور کیوں عین موقع پر انہیں اپنی ترامیم واپس لینی پڑتیں۔ تاریخ ان گنی چنی ترامیم کا بھی جائزہ لے گی جنہیں منظور کرنے کی پبلسٹی بڑے زور شور سے کی جاتی مگر جن میں سوائے لفظی اصلاحات اور تذکیر و تانیث کے ہیر پھیر کے اور کچھ نہ ہوتا۔

جمعیۃ علماءِ اسلام کے دیگر اکابرین کے علاوہ اہم موقع پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رح نے بھی تقریباً ایک سو ترمیمیں داخل کیں۔ مشتے از خروارے چند ترامیم یہ ہیں:

۱۔ حضرت مولانا عبدالحق رح کی رائے میں قرآن و سنت کو بنیادی حقوق کا معیار بنانا ضروری تھا نہ کہ خود بنیادی حقوق کو اس لیے ان کی ترمیم ۳۲[2] یہ تھی کہ (الّا یہ کہ ایسا قانون رسم و رواج جو قرآن پاک اور سنت کے مطابق ہو)۔ حضرت مولانا عبدالحق رح کی ترمیم ۵۸[3] بنیادی حقوق کو اصولاً اسلام کے دائرہ میں لانے کی غرض سے تھی جس میں کہا گیا ہے کہ دفعہ ۸ کی شق ۳ کے بعد حسب ذیل نئی شق کا اضافہ کیا جائے کہ (۳ الف اس باب کا کوئی حکم، امر، قرآن پاک اور سنت کے مطابق قانون سازی میں مانع نہیں ہوگا)۔ حضرت شیخ الحدیث رح کی ترمیم ۸۸ یہ تھی کہ اس پیرا سے پولیس یا امن عامہ قائم رکھنے والے ادارے حذف کئے جائیں۔ دفعہ ۸ کی شق ۳ کا پیرا (ب) آئین کے جدول اول کے احکام کو اس دفعہ سے تحفظ دینے کی غرض سے ہے۔ اس کے لیے حضرت مولانا عبدالحق رح نے دفعہ ۸، شق نمبر ۳ (ب) کو حذف کرنے کی ترمیم پیش کی کیونکہ اس شق میں بنیادی حقوق کی معطلی اور بدنام زمانہ عائلی قوانین کو تحفظ دیا گیا ہے۔

۲۔ انسداد غلامی دفعہ ۱۱ میں غلام بنانے پر ہر قسم کی پابندی بشکل بیگار وغیرہ کے لیے ترمیم نمبر ۱۷۰ پیش کی تھی کہ کسی بھی شہری کو غلام نہیں بنایا جا سکتا۔

۳۔ انجمن سازی اور سیاسی جماعتوں کی رکنیت کے سلسلہ میں حضرت مولانا عبدالحق رح نے ترمیم ۲۱۰ پیش کی کہ یہ حق سرکاری ملازم نہ ہونے سے مشروط کرنا چاہیئے۔

۴۔ حضرت شیخ الحدیث رح نے ترمیم ۲۲۰ پیش کی کہ تجارت، کاروبار اور ایسے تمام پیشوں یا کاروبار کو (باقی صـ پر)

---

[1] بحمد اللہ کہ علماء کی مساعی سے بعد میں سوشلزم کا لفظ بھی اس ترمیم کے ذریعے اس دفعہ سے نکال دیا گیا۔ یہ ان علماء حق اور ان کے ہمنوا ارکان کی مساعی جمیلہ کا بہترین نتیجہ تھا۔

[2] مباحث اسمبلی [3] مباحث آئین ساز صـ ۱۰۹۶ ۳ مارچ ۷۳ء، [4] ایضاً صـ ۱۱۰۰

(باقی صـ ۵۷۸ پر)

© rasailojaraid.com